سوال نمبر 1: مندرجہ ذیل پر مختصر نوٹ لکھیں: حضور ﷺ کی شفقت و رحمت (عورتوں پر، بچوں پر، امت پر، یتیموں پر)

حضور ﷺ کی عورتوں پر شفقت و رحمت :- اسلام سے قبل عورت کی حالت بہت خراب تھی، ہندوستان میں عورت کو ستی کرنا (یعنی شوہر کی موت پر زندہ جلنا) مذہبی فریضہ تھا، عرب میں بچیوں کو زندہ دفن کرنا، سوتیلی ماں کو باپ کی وفات پر اپنی بیوی بنالینا، عیسائیت میں عورت کے اندر روحِ انسانی کا انکار، بدھ مت اور جین مت میں عورت کو روحانی ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھنا، اور یہودیت میں عورت کو بدی کا مجسمہ کہا جاتا تھا۔ ان حالات میں اسلام نے عورت کا مقام متعین کیا۔ حضور ﷺ نے ہر شکل میں عورت کو قابلِ احترام قرار دیا ہے۔ عورت اگر ماں ہے تو اس کے قدموں کے نیچے جنت ہے اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ (سیوطی)، بطور بیوی وہ ایمان کی محافظہ اور راحت و سکون کا سبب ہے۔ بطور بیٹی اس کی پرورش جنت کا ذریعہ ہے اور بطور بہن وہ قابلِ عزت ہے

1. عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ وَضَمَّ أَصَابِعَهُ حضرت انس بن مالک (رض) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہوگئیں میں اور وہ قیامت کے دن اس طرح ہوں گے اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی انگلیوں کو ملا کر بتایا۔ (صحیح مسلم)
2. قَالَ لَا يَكُونُ لِأَحَدِكُمْ ثَلَاثُ بَنَاتٍ أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ فَيُحْسِنُ إِلَيْهِنَّ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ (ترمذی) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم میں سے کسی ایک کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں اور وہ ان سے اچھا سلوک کرے تو وہ شخص جنت میں داخل ہوگا۔

حضور ﷺ کی بچوں پر شفقت و رحمت :-

فرمانِ رسول ﷺ : لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيُوَقِّرْ كَبِيرَنَا (ترمذی) جو شخص کسی چھوٹے پر شفقت اور بڑے کا احترام نہ کرے اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔

حضور ﷺ بچوں پر نہایت شفقت فرماتے تھے۔ جب آپ ﷺ کا گذر بچوں کے پاس سے ہوتا تو آپ ﷺ انھیں سلام کرتے اور رک کر پیار کرتے۔

حضرت ابوہریرہ (رض) سے روایت ہے کہ حضرت اقرع بن حابس نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیکھا کہ آپ حضرت حسینؓ کو بوسہ دے رہے ہیں اقرع نے کہا کہ میرے دس لڑکے ہیں میں نے تو ان میں سے کسی کے ساتھ یہ نہیں کیا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ (ابو داؤد) کہ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر شفقت و رحمت :

❖ فرمانِ خداوندی: قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (سورۃ الاعراف: 158) ترجمہ: آپ فرمادیں: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول (بن کر آیا) ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت امت دعوت ہو یا امت اجابت دونوں کو شامل ہے جب کہ آپ کی شفقت صرف امت اجابت یعنی ان افراد کے لئے خاص ہے جو شمعِ رسالت کے پروانے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے ارشاد فرمایا: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ (سورۃ التوبہ:128) ترجمہ: بیشک تمہارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے۔ تمہارا تکلیف ومشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں (گزرتا) ہے۔ (اے لوگو!) وہ تمہارے لئے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب و آرزو مند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لئے نہایت (ہی) شفیق بیحد رحم فرمانے والے ہیں۔

امت پر شفقت و رحمت کے چند واقعات:

i. حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقروض اصحاب کا قرض اپنے پاس سے ادا فرمادیتے

ii. ضرورت پر نماز وخطبہ مختصر کر دیتے تاکہ کسی کو اکتاہٹ محسوس نہ ہو

iii. نماز تراویح صرف تین دن مسجد میں ادا فرمائی (بخاری) کہ یہ امت پر فرض نہ ہو جائے

iv. قَالَ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي أَوْ عَلَى النَّاسِ لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ (بخاری) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ اگر میں اپنی امت کیلئے شاق نہ جانتا، تو انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا۔

v. امتِ دعوت یعنی کافروں سے اللہ تعالیٰ نے مختلف عذابوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود کی برکت سے ٹال دیا جیسے صورت کا مسخ ہونا، طوفانوں کا آنا، بستیوں کا الٹ دینا، خون، آگ، مینڈک، جوئیں، اور پسوؤں وغیرہ کے عذاب چنانچہ فرمایا: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ (سورۃ الانفال:33) ترجمہ: اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ انہیں عذاب دے جب کہ آپ ان میں موجود ہوں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یتیموں پر شفقت و رحمت :

i. یتیموں اور غریبوں کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی سراپا رحمت وشفقت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے یتیموں اور بیواؤں کا کوئی والی نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یتیموں کی نگہداشت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو ملا کر فرمایا: أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هَكَذَا (بخاری، مسلم) میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا دونوں جنت میں اس طرح یوں ساتھ ساتھ ہوں گے

حضرت اسماءؓ بنت عمیس (زوجہ حضرت جعفر طیارؓ) بیان کرتی ہیں کہ جس دن جعفرؓ غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے حضرت محمد ﷺ میرے ہاں تشریف لائے اور فرمایا۔ "اسماء جعفر کے بچوں کو بلاؤ" میں نے بچوں کو خدمت اقدس میں حاضر کیا تو آپ ﷺ نے انھیں سینے سے لگایا اور رو پڑے۔ میں نے عرض کیا: "یارسول اللہ ﷺ! شاید آپ کو جعفر کی طرف سے کچھ خبر آئی ہے؟" آپ نے فرمایا: "وہ شہید ہو گئے"

حضور ﷺ کی غلاموں پر شفقت و رحمت: اسلام سے قبل غلاموں کے ساتھ بڑا ظالمانہ برتاؤ کیا جاتا تھا۔ حضور ﷺ نے ان کے ساتھ شفقت و مہربانی کا سلوک کرنے کی تاکید فرمائی اور حکم دیا کہ تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارا ما تحت بنایا۔ تم جو کھاؤ ویسا ہی انہیں بھی کھلاؤ' اور جو خود پہنو ویسا ہی انہیں بھی پہناؤ اور ان کی طاقت سے زیادہ ان پر کام کا بوجھ نہ ڈالو۔

- آپ ﷺ نے غلاموں کو مارنے سے منع فرمایا ہے۔ مَنْ لَطَمَ مَمْلُوكَهُ أَوْ ضَرَبَهُ فَكَفَّارَتُهُ أَنْ يُعْتِقَهُ (مسلم) جس نے اپنے غلام کو تھپڑ مارا یا پیٹا تو اس کا کفارہ اسے آزاد کرنا ہے۔
- ایک آدمی نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میرا ایک خادم ہے جو میرے ساتھ برا اور زیادتی کرتا ہے، کیا میں اسے مار سکتا ہوں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تَعْفُو عَنْهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعِينَ مَرَّةً اس سے روزانہ ستر مرتبہ درگذر کیا کرو۔

سوال نمبر2: "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ" حضور اکرم ﷺ نے اس حکم قرآنی کے تحت اختلافِ رنگ و نسل مٹا کر تمام مسلمانوں کو بھائی بھائی بنا دیا" اس پر مفصل تبصرہ کریں۔

جواب: سورۃ الحجرات کی آیت نمبر دس میں اللہ تعالیٰ نے اخوتِ اسلامی کے قیام کا حکم دیا ہے اور اس پر عمل کی بے مثال عملی تفسیر حضور نبی اکرم ﷺ نے اس وقت قائم کی جب آپ ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے مہاجرین مکہ اور انصارِ مدینہ کے درمیان "رشتہ مواخات" قائم کر دیا۔ ہر مہاجر کو کسی انصاری کا دینی بھائی بنا دیا اور اس طرح اخوت و محبت کا ایسا مضبوط رشتہ قائم فرما دیا جس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ انصار کے ایثار کا یہ حال تھا کہ وہ اپنے مکانات، باغات، اور کھیت آدھے آدھے بانٹ کر برضا و رغبت اپنے دینی بھائیوں کو دے رہے تھے۔ دوسری طرف مہاجرین کی خودداری کا یہ عالم تھا کہ وہ کہتے تھے ہمیں بازار کا رستہ دکھا دو۔ ہم تجارت یا مزدوری کر کے پیٹ پال لیں گے۔ جب مکہ سے مہاجرین مدینہ میں آئے تو وہ اپنے انصاری بھائیوں کے وارث ہوتے تھے کیونکہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مہاجرین اور انصار میں بھائی چارہ قائم کر دیا تھا بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ اور وراثت رشتہ داروں تک محدود کر دی گئی۔

اخوت کا لفظ خونی رشتے کا تقاضا کرتا ہے یعنی اخوت خونی رشتے کی بنا پر تو ہو سکتی تھی لیکن عقائد و نظریات کی بنیاد پر، دینی لحاظ سے ایک دوسرے کے خون کے پیاسوں کو بلا امتیاز رنگ و نسل باہم شیر و شکر کر دینا اور علاقائی حدود سے نکل کر بین الاقوامی معاشرے تک ایک دوسرے کو بھائی بھائی بنا دینا یقیناً بہت بڑا کارنامہ ہے۔ آپ ﷺ کا پیغام شاعر کی زبان میں یوں تھا۔

بتانِ رنگ وخو کو چھوڑ کر ملت میں گم ہو جا

نہ تورانی رہے باقی، نہ ایرانی، نہ افغانی

- حضور ﷺ کی تشریف آوری سے قبل معاشرے میں جنگ وجدال کا بازار گرم تھا۔ لوگ ایک دوسرے کے خون کے دشمن تھے۔ حضور ﷺ نے انہیں درسِ اخوت ومحبت دیا اور مختصر سے عرصے میں معاشرے کی کایاپلٹ کر رکھ دی۔ آپ ﷺ نے اختلافِ رنگ ونسل مٹا کر تمام مسلمانوں کو بھائی بھائی بنا دیا۔ آپ نے اپنے اخلاق و کردار سے دشمنوں کو دوست، بیگانوں کو یگانہ، اور خون کے پیاسوں کو بھائی بھائی بنا دیا۔
- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا (سورۃ آل عمران: 103) ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور تم اس کی نعمت کے باعث آپس میں بھائی بھائی ہو گئے،
- بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا فضلِ عظیم تھا، یہ نعمت جو صرف اللہ تعالیٰ کی عنایت ہی سے حاصل ہوئی، دنیا کی بڑی سے بڑی دولت سے بھی حاصل نہیں ہو سکتی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٦٣﴾ (سورۃ الانفال: 63) ترجمہ: اور (اسی نے) ان (مسلمانوں) کے دلوں میں باہمی الفت پیدا فرما دی۔ اگر آپ وہ سب کچھ جو زمین میں ہے خرچ کر ڈالتے تو (ان تمام مادی وسائل سے) بھی آپ ان کے دلوں میں (یہ) الفت پیدا نہ کر سکتے لیکن اللہ نے ان کے درمیان (ایک روحانی رشتے سے) محبت پیدا فرما دی۔ بیشک وہ بڑے غلبہ والا حکمت والا ہے۔
- حضور ﷺ نے اپنے فرامین میں اخوت پر بڑا زور دیا اور فرمایا "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے تم اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کرنے لگو، کیا میں تمہیں ایک ایسا طریقہ نہ بتاؤں جسے اگر تم اختیار کر لو تو ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو، آپس میں سلام کو رواج دو"۔ (مسند احمد)

الغرض آپ ﷺ نے اخوت کو کمال تک پہنچا دیا اور اس کا اثر ان الفاظ میں بیان فرما دیا: تَرَى الْمُؤْمِنِينَ فِي تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى عُضْوًا تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ جَسَدِهِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى (صحیح بخاری) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ ایک دوسرے پر مہربانی کرنے اور دوستی وشفقت میں مومنوں کو ایک جسم کی طرح دیکھو گے کہ جسم کے ایک حصہ کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بیداری اور بخار میں اس کا شریک ہو جاتا ہے۔

اخوت اس کو کہتے ہیں چبھے کانٹا جو کابل میں

توہندوستاں کا ہر پیر وجواں بے تاب ہو جائے

سوال نمبر 3: مساوات کسے کہتے ہیں؟ رسول کریم ﷺ نے اسلامی معاشرے میں مساوات کیسے قائم کی؟

جواب: مساوات یعنی برابری و یکسانیت سے مراد یہ ہے کہ ہر شخص کو (سوائے غدار) شرعاً، قانوناً اور اخلاقاً تمام وہی حقوق حاصل ہوں جو اربابِ اختیار کو ہیں، امیر و غریب، شاہ و گدا، آقا و غلام سب برابر ہو جائیں، خاندانی و قبائلی فخر مٹ جائے، ذات پات اور رنگ و نسل کے تمام امتیازات کا خاتمہ ہو جائے تو اسے مساوات کہتے ہیں۔

رسول کریم ﷺ نے ہمیں اپنے قول و عمل سے مساوات کا جو درس دیا ہے وہ تاریخِ انسانی میں اپنی مثال آپ ہے۔ آپ ﷺ نے سلمان فارسی، بلال حبشی اور صہیب رومی رضی اللہ عنھم کی قدر و منزلت کو قریش کے معززین کے برابر کر دیا بلکہ وقت کے امیر المؤمنین ایک آزاد کردہ غلام کو سیدنا بلال (ہمارے سردار بلال) کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے اسلامی معاشرے میں مساوات کے قیام کے لئے اللہ تعالیٰ کی وحی یعنی قرآن مجید اور اپنے ذاتی عمل کو پیش کیا۔

- سورۃ النسآء کی پہلی ہی آیت میں اللہ تعالیٰ نے قوم، نسل، رنگ اور زبان کی بنیاد پر تمام امتیازات ختم کرنے کے لئے فرمایا: يَآاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ۔۔۔۔الخ)۔ "اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہاری پیدائش (کی ابتداء) ایک جان سے کی پھر اسی سے اس کا جوڑ پیدا فرمایا پھر ان دونوں میں سے بکثرت مردوں اور عورتوں (کی تخلیق) کو پھیلا دیا"۔
- اسی طرح سورۃ الحجرات آیت نمبر 13 میں فرمایا: "اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا فرمایا اور ہم نے تمہیں (بڑی بڑی) قوموں اور قبیلوں میں (تقسیم) کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بیشک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو"۔
- سورۃ یونس میں امت واحدہ کا سبق دیا اور مساوات کے تصور کو ابھارا: وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً "اور سارے لوگ (ابتداء) میں ایک ہی جماعت تھے"
- حضور اکرم ﷺ نے عملی طور پر مساوات قئم کی جس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

1. **مساجد کا قیام:** مسجد مسلمانوں کے لئے مساوات کی عملی تربیت گاہ ہے اور نماز مساوات کا بہترین مظہر ہے۔ مسجد نبوی اور مسجد قباء کی تعمیر کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کے ساتھ مل کر کام کیا۔
2. **خندق کی کھدائی:** حضور اکرم ﷺ نے غزوۂ احزاب (غزوۂ خندق) کے موقع پر دیگر مسلمانوں کے ساتھ مل کر خندق کھودنے میں شریک رہے۔ اس دوران جن مشکلات سے دیگر صحابہ کو گزرنا پڑا آپ نے بھی ان مصائب کا مقابلہ کیا۔

3. **معاشرتی مساوات:** آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ کی شادی اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ بن حارثہ سے کر دی۔

4. **مجلسی مساوات:** آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بیٹھنے کے لئے کوئی نمایاں جگہ مخصوص نہ کی بلکہ صحابہ کرامؓ کے درمیان بے تکلفی سے بیٹھ جایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لباس عام مسلمانوں کے لباس جیسا ہوتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکان نہایت سادہ اور چھوٹا سا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غذا بھی بہت سادہ ہوتی تھی۔

5. **قانونی مساوات:** قبیلہ بنی مخزوم کی فاطمہ نامی عورت نے چوری پر اعترافِ جرم کیا، اس کی غلطی پر سفارشوں کی قطاریں بندھ گئیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان نے مساوات قائم کرنے میں انتہائی اہم کردار ادا کیا کہ " اگر میری بیٹیؓ فاطمہ بھی چوری کرتی تو اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیا جاتا"

6. **خطبہ حجۃ الوداع کا آخری سبق:** آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخر تک مساوات قائم کرنے پر ہی زور دیا، اپنے خطبہ کے دوران فرمایا: اَلَا لَا فَضۡلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى أَعۡجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ وَلَا لِأَحۡمَرَ عَلَى أَسۡوَدَ وَلَا أَسۡوَدَ عَلَى أَحۡمَرَ إِلَّا بِالتَّقۡوَى لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے یاد رکھو! کسی عربی کو کسی عجمی پر کسی عجمی کو کسی عربی پر کسی سرخ کو سیاہ پر اور کسی سیاہ کو کسی سرخ پر "سوائے تقویٰ کے اور کسی وجہ سے فضیلت حاصل نہیں ہے۔

سوال نمبر4: عفوو درگذر سے کیا مراد ھے؟ اس سے انسانی معاشرے پر کیا اثرات مرتب ھوتے ھیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عفوو درگذر کے چند واقعات تحریر کریں۔

جواب: عفو کا مطلب ہے "مٹانا، معاف کر دینا" ہیں۔ انتقام کی طاقت اور اختیار حاصل ہونے کے باوجود کسی کے ظلم و زیادتی کو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے معاف کر دینا اور اس سے بدلہ نہ لینا عفوو درگذر کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عفوو درگذر کو ایک بہترین اخلاقی وصف قرار دیا ہے۔

1. عفو صفتِ الٰہی ہے: عفو اللہ تعالیٰ کی خصوصی اور امتیازی صفت ہے اس لئے اللہ نے اس کے اختیار کرنے کی بار بار تلقین فرمائی ہے اور مختلف انداز میں اپنی بخشش کا اعلان کیا ہے تاکہ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے، اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا غَفُوۡرًا۔ ترجمہ: بے شک اللہ معاف فرمانے اور بہت بخشنے والا ہے (النساء، 4 : آیت ۴۳) دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا قَدِیۡرًا۔ (النساء، 4 : آیت ۱۴۹) ترجمہ: بے شک اللہ بڑا معاف فرمانے والا بڑی قدرت والا ہے۔

2. متقین کی نشانی: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (آلِ عمران:134) اور غصہ ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں سے (ان کی غلطیوں پر) درگزر کرنے والے ہیں۔

معاشرے پر اثرات: اسلام کی خوبصورتی حسن اور تاثیر کی بنیاد عفوو درگذر، رحمت و عدل اور بلند ترین اخلاق پر قائم ہے۔ انہی اخلاقِ عالیہ ہی کی بدولت لوگ دینِ اسلام میں جوق در جوق داخل ہوئے۔ عفوودرگذر اور رواداری سے لوگوں کے دل متاثر ہوتے ہیں۔ اس سے دوستوں اور عزیزوں کی محبت بڑھتی ہے، اور دشمنوں کی عداوت دور ہو جاتی ہے۔ حضور ﷺ کے عفو د گذرز سے ہی اسلام اتنی تیزی سے پھیلا۔

1. اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو بھی عفوودرگذر کی تلقین فرمائی ارشاد باری ہے۔ ترجمہ: سو آپ ان سے درگذر فرمایا کریں اور ان کیلئے بخشش مانگا کریں۔ (آلِ عمران:159)
2. نبی اکرم ﷺ نے اہلِ طائف کے ظلم و ستم پر بھی دعائے خیر "اے اللہ! ان کو ہدایت عطا فرما" ہی کی حالانکہ فرشتہ جبرائیل نے آپ کے قدموں تک زخموں سے نکلے ہوئے خون کو دیکھ کر دونوں طرف کے پہاڑوں کو آپس میں ملادینے کی اجازت مانگی تھی تاکہ سرکش لوگ نیست ونابود ہو جائیں۔
3. فتح مکہ کے موقع پر قریش کو اپنا ظلم و ستم یاد آرہا تھا اور خوف ودہشت کی تصویر بنے مشرکینِ مکہ اس بات کے منتظر تھے کہ رسول اللہ ﷺ نہ جانے کیا برتاؤ کریں۔ آپ ﷺ نے قرآنِ مجید کی یہ آیت پڑھی: لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ (سورۃ یوسف:92) ترجمہ: آج کے دن تم پر کوئی ملامت (اور گرفت) نہیں ہے، اللہ تمہیں معاف فرمادے اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔
4. نبی کریم ﷺ پر عبادت کے دوران سجدہ کے وقت کمر مبارک پر غلاظت اور اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی گئی تھی لیکن آپؐ نے کبھی بھی کفارِ مکہ اور قریش کے سرکش لوگوں سے بدلہ نہیں لیا آپؐ نے ان کی بربادی کی دُعا نہ فرمائی اور ان کو ہمیشہ پیار و محبت سے اسلام کی طرف دعوت دی۔
5. آپؐ نے تو راستہ چلتے میں بوڑھی عورت کے کوڑا ڈالنے پر کبھی کچھ نہیں کہا آپؐ نے اسکے ساتھ بھی حسن سلوک کیا۔
6. اسیران بدر میں ایک شخص سہیل بن عمر تھا جو عام مجمعوں میں ہمیشہ آپ ﷺ کے خلاف اشتعال انگریز اور گستاخانہ تقریریں کیا کرتا تھا قیدی بن کر آنے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یارسول اللہ ﷺ اسکے نیچے کے دانت اُکھڑوا دیجئے تاکہ یہ آپؐ کی شان میں ہجو اور گستاخانہ تقریر نہ کر سکے حضورؐ نے فرمایا اگرچہ میں نبی ہوں لیکن پھر بھی اگر کسی کا عضو بیکار کر دوں گا تو اس کیلئے روزِ قیامت جواب دہ ہوں گا آپؐ نے سہیل بن عمر کو بھی تمام قیدیوں کی طرح معافی کا اعلان فرمادیا۔ قیدیوں کے پاس

کپڑے نہ تھے ان سب کو حضورؐ نے کپڑے دلوائے آپؐ نے صحابۂ کرام کو ہدایت فرمادی تھی کہ وہ اسیران جنگ کے ساتھ محبت اور مروت کا سلوک کریں اس لئے صحابۂ کرام قیدیوں کی خوب خاطر و مدارات کرتے تھے۔

سوال نمبر 5: ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبر و استقلال کا پہاڑ تھے، مثالوں کے ذریعے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: صبر کا مطلب "روکنا، برداشت کرنا" کے ہیں یعنی اپنے نفس کو خوف اور گھبراہٹ سے روکنا اور مصائب و شدائد کو برداشت کرنا۔ قرآنِ مجید میں صبر کی بڑی فضیلت اور اہمیت بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (سورۃ البقرۃ:153) ترجمہ: اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعے (مجھ سے) مدد چاہا کرو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ (ہوتا) ہے

استقلال کا مطلب: "استحکام اور مضبوطی" صبر و استقلال" دل کی مضبوطی، اخلاقی بلندی اور ثابت قدمی کا نام ہے" ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (سورۃ الاحقاف ۱۳) بیشک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر انہوں نے استقامت اختیار کی تو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اہمیتِ صبر و استقلال: کسی بھی چیز کی اہمیت 'اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات اور اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوتی ہے۔

1. وَاصْبِرْ عَلٰي مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (سورۃ لقمان ۱۷) اور جو تکلیف تجھے پہنچے اس پر صبر کر، بیشک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں
2. متقین کی صفات میں کہا: وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ (سورۃ البقرۃ : ۱۷۷) اور سختی (تنگدستی) میں اور مصیبت (بیماری) میں اور جنگ کی شدّت (جہاد) کے وقت صبر کرنے والے ہوں۔
3. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ (مسلم) اور صبر روشنی ہے۔

اسوۂ حسنہ اور صبر و استقلال: جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا تو کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑایا، کسی نے (معاذ اللہ) جادوگر کہا، اور کسی نے کاہن، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر و استقلال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور تبلیغ دین سے منہ نہ موڑا۔ چند مثالیں درج ہیں

1. ایک دن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے نزدیک نماز پڑھ رہے تھے۔ حرم شریف میں اس وقت کفار کی ایک جماعت موجود تھی۔ عقبہ بن ابی معیط نے ابو جہل کے اکسانے پر اونٹ کی اوجھڑی سجدہ کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارکہ پر ڈال دی

تو مشرکین مکہ زور زور سے قہقہے لگانے لگے۔ کسی نے آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو وہ فوراً دوڑی آئیں اور غلاظت آپ ﷺ کی پشت سے دور کی اور کافروں کو بد دعا دی۔ اس پر حضرت محمد ﷺ نے فرمایا "بیٹی صبر سے کام لو۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے، یہ نہیں جانتے کہ ان کی بہتری کس چیز میں ہے"

2. ابو لہب حضور ﷺ کا چچا تھا لیکن جب سے آپ نے تبلیغِ دین شروع کی وہ اور اس کی بیوی امِ جمیل دونوں آپ ﷺ کے دشمن ہو گئے۔ ابو لہب نے یہ کہنا شروع کر دیا۔ "لوگو! (معاذ اللہ) یہ دیوانہ ہے، اس کی باتوں پر کان نہ دھرو" اُس کی بیوی حضور ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھاتی تھی، کئی مرتبہ آپ ﷺ کے تلوے لہولہان ہو گئے مگر آپ ﷺ نے نہایت صبر و استقلال کے ساتھ اس تکلیف کو برداشت کیا۔ کبھی بد دعا کے لئے ہاتھ نہ اٹھائے مگر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی اس گستاخی پر ان کی مذمت میں سورۃ لہب نازل کی۔

3. دشمنانِ حق نے جب یہ دیکھا کہ ان کی تدبیروں کے باوجود حق کا نور چاروں طرف پھیلتا جا رہا ہے، تو انہوں نے نبوت کے ساتویں برس محرم الحرام میں خاندانِ بنو ہاشم سے قطع تعلق کر لیا جس کی رو سے تمام قبائلِ عرب کو اس بات کا پابند کیا گیا کہ وہ بنو ہاشم سے ہر طرح کا لین دین اور میل جول بند کر دیں۔ ابو لہب کے سوا پورا خاندان بنو ہاشم تین سال تک حضرت محمد ﷺ کے ساتھ شعب ابی طالب میں محصور رہا۔ اس دوران انہوں نے اتنی تکلیفیں اٹھائیں جن کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر اس موقع پر "رحمۃ للعالمین ﷺ" نے نہایت صبر و ضبط اور بڑی پامردی و استقامت سے ان حالات کا مقابلہ کیا۔ یہ آپ ﷺ کے صبر و استقلال کی بے مثال مثالیں ہیں۔